ابراہیم علیہ السلام کا سیارے، چاند اور سورج سے دلیل دینے کا واقعہ

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم کو بتایا کہ وہ محض مورتیاں ہیں جن کے وہ عاکف بنے رہتے ہیں۔اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو یوں بھی سمجھایا

إِنِّىٓ أَرَىٰكَ وَقَوْمَكَ فِى ضَلَـٰلٍ مُّبِينٍ ۝

''میں آپ اور آپ کی قوم کو کھلی غفلت (گمراہی) میں دیکھتا ہوں'' (حوالہ الانعام-۷۴)

يَـٰٓأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ

(انہوں نے ان سے پوچھا) ''ابا! آپ اُس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ ہی دیکھتا ہے

وَلَا يُغْنِى عَنكَ شَيْـًٔا ۝

اور نہ تیری کسی شئے کی احتیاج دور کرتا ہے ؟'' (حوالہ مریم-۴۲)

يَـٰٓأَبَتِ إِنِّى قَدْ جَآءَنِى مِنَ ٱلْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَٱتَّبِعْنِىٓ أَهْدِكَ صِرَٰطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾

''ابا! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا اس لئے میری اتباع کریں۔ میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔

يَـٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ ٱلشَّيْطَـٰنَ ۖ إِنَّ ٱلشَّيْطَـٰنَ كَانَ لِلرَّحْمَـٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾

ابا! شیطان کی غلامی نہ کریں۔ بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔

يَـٰٓأَبَتِ إِنِّىٓ أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ ٱلرَّحْمَـٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَـٰنِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾

ابا! میں فکر مند ہوں کہ رحمٰن کی جانب سے کہیں تجھے عذاب نہ پہنچ جائے اور تو شیطان کا ساتھی بن کر رہ جائے'' (مریم-۴۳-۴۵)

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم کو بتایا کہ وہ محض مورتیاں ہیں جن کے وہ عاکف بنے رہتے ہیں۔ان کا جواب یہ تھا:

قَالُوا۟ وَجَدْنَآ ءَابَآءَنَا لَهَا عَـٰبِدِينَ ﴿٥٣﴾

انہوں نے کہا ''ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کا عبادت گزار پایا ہے''

قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُمْ فِى ضَلَـٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٥٤﴾

(ابراہیم علیہ السلام نے) کہا ''تم لوگ خود بھی اور تمہارے باپ دادا بھی کھلی غفلت، گمراہی میں پڑے رہے ہو'' (الانبیاء-۵۳-۵۴)

قَالَ هَلۡ يَسۡمَعُونَكُمۡ إِذۡ تَدۡعُونَ ﴿٧٢﴾

(ابراہیم علیہ السلام نے) پوچھا "کیا وہ تم لوگوں کو سنتے ہیں جب تم پکارتے ہو؟

أَوۡ يَنفَعُونَكُمۡ أَوۡ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾

یا تمہیں کوئی آسائش دیتے ہیں یا ضرر پہنچاتے ہیں؟"

سوالوں کا جواب نفی میں اور گمراہی کا استدلال تھا

قَالُواْ بَلۡ وَجَدۡنَآ ءَابَآءَنَا كَذَٰلِكَ يَفۡعَلُونَ ﴿٧٤﴾

انہوں نے کہا "نہیں! (رہی بات گمراہی کی) ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے پایا ہے" (الشعراء۔۷۲۔۷۴)

ابراہیم علیہ السلام نے قوم کی توجہ کو اس جانب مبذول کرایا کہ جن کی پرستش کرتے ہیں ان کے اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے أَصۡنَامًا ٱلتَّمَاثِيلُ، أَوۡثَٰنًا ہیں اور انہیں غفلت سے جھنجوڑنے کیلئے بتوں کی صلاحیت کے متعلق سوال پوچھے اور ان سے یہ بھی تسلیم کرا لیا کہ ان میں سننے، دیکھنے، فائدہ اور ضرر پہنچانے کی کوئی بھی صلاحیت نہیں۔ ان سوالوں سے ان کے ذہنوں میں یہ اجاگر کرنے کی کوشش کی کہ ان صفات سے جب خود متصف ہیں تو اپنے سے کمتر صفات یا ان سے عاری کسی بھی شئے کو کس منطق سے الٰہ تصور کئے چلے جا رہے ہیں کیونکہ اِلٰہ کے تصور کی بنیاد ہی یہ ہے کہ کسی قوت اور غلبے والے کی پناہ، رفاقت اور مدد میسر آ جائے۔ لیکن ان کے اس جواب "ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے پایا" سے واضح ہے کہ ان کی قوتِ ذہن میں معمولی ارتعاش بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ ان کا فعل، عمل کسی دلیل، ٹھوس جواز، علم پر مبنی نہیں تھا بلکہ ایک عادت سی بن گئی ہے کہ اندھی تقلید میں وہی کچھ کئے چلے جا رہے ہیں جو ان کے باپ دادا کرتے تھے۔ أَوۡثَٰنًا کا مادہ "وث ن" ہے اور معنی مقیم اور جما ہوا ہیں، جو حرکت نہ کرے۔ اس بنیادی مفہوم کی رو سے ہر وہ کیفیت جس میں حرکت نہ رہے "وَثن" ہے۔ قوم کی عقل وفکر پر ایک جمود طاری تھا۔ اس حوالے سے ان کی حالت ایک ایسے شخص کی سی تھی جس پر سکتہ طاری ہو، سننے، دیکھنے، سمجھنے، حرکت کی صفات معطل ہو چکی ہوں۔

قوم کی عقل وفکر پر ایک جمود طاری تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے والد سے کہا "میں آپ اور آپ کی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں"۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے ان کی سوچنے سمجھنے اور غور وفکر کی صلاحیت کو بیدار کر کے کھلی گمراہی میں سے نکالنے کیلئے قوم کو سمجھانے کا لطیف انداز بھی اختیار فرمایا تھا۔

وَكَذَٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرَٰهِيمَ مَلَكُوتَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ ٱلْمُوقِنِينَ ﴿٧٥﴾

''اور اس مقصد کیلئے ہم نے ابراہیم (علیہ لسلام) کو آسمانوں اور زمین کے نظم و نسق کا مشاہدہ کرایا

تا کہ وہ (اس کے متعلق) یقینی علم والوں میں سے ہوں''۔

مشاہدے کی حیثیت ایک یقینی علم کی ہوتی ہے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ ٱلَّيْلُ رَءَا كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّى ۖ

''اس سبب سے (ایک دن) رات چھاجانے پر جب (آسمان پر نمودار ہونے والے) ایک سیارے کو دیکھ کر

انہوں نے لوگوں سے کہا ''یہ میرا رب ہے''

فَلَمَّآ أَفَلَ ''پھر جب سیارہ ڈوب گیا، نظروں سے اوجھل ہو گیا تو

قَالَ لَآ أُحِبُّ ٱلْأَفِلِينَ ۝

انہوں نے موجود لوگوں سے کہا ''میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' (الانعام۔۷۵۔۷۶)

فَلَمَّا رَءَا ٱلْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّى ۖ

''پھر جب چاند کو نمودار ہوتے دیکھا تو لوگوں سے کہا ''یہ میرا رب ہے''۔

فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں سے کہا

لَئِن لَّمْ يَهْدِنِى رَبِّى لَأَكُونَنَّ مِنَ ٱلْقَوْمِ ٱلضَّآلِّينَ ۝

''میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی تو میں ضرور (تمہاری) گمراہ قوم میں ہو جاؤں گا'' (الانعام۔۷۷) رات بیت گئی

فَلَمَّا رَءَا ٱلشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّى هَٰذَآ أَكْبَرُ ۖ

''پھر جب سورج کو طلوع ہوتے دیکھا تو قوم کو سنایا ''یہ ہے میرا رب، یہ بڑا ہے''

ان کی قوم نے بھی مختلف سائز کے بت بنا رکھے تھے۔ چھوٹے اور ایک سب سے بڑے سائز کی مورتی۔

فَلَمَّآ أَفَلَتْ قَالَ يَٰقَوْمِ إِنِّى بَرِىٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝

''پھر جب سورج غروب ہو گیا تو انہوں نے قوم سے کہا ''اے میری قوم! میں اس سے بری الذمہ ہوں

جنہیں تم رب کا شریک بناتے ہو'' (الانعام۔۷۸)

اس ایک لطیف نکتے پر توجہ رہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اصنام پرست قوم کے ذہنی جمود کو توڑنے کیلئے بھی سیارے، چاند اور سورج کیلئے یہ نہیں کہا کہ ''یہ میرا الٰہ ہے'' بلکہ کہا کہ ''یہ میرا رب ہے''۔ان کی دلیل میں تکرار اور وزن ''رب'' پر ہے۔ جن لوگوں نے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید میں مورتیوں ہی کو سب کچھ سمجھ کر عقل وفکر کی صلاحیت کو کبھی بروئے کار نہ لایا ہو ان کے سامنے کسی شخص کا ان کی مورتیوں سے ہٹ کر کسی دوسری شئے کو رب قرار دینا ان کی عقل وفکر کو ایک جھٹکا (Shock) دینا تھا کہ سوئی ہوئی صلاحیت جاگ اٹھے کہ جب متحرک اور روشنی دینے والے اجسام کو بھی اس بناء پر رب نہیں مانا جا سکتا کہ ڈوب جاتے ہیں تو ان ساکت وجامد کسی بھی صلاحیت سے عاری اصنام کو کس منطق سے الٰہ تصور کیا جا سکتا ہے؟

قوم کو انتہائی نفیس اور لطیف انداز میں سمجھایا کہ اندھی تقلید میں جن مورتیوں کو الٰہ سمجھتے رہے ہو ان کے متعلق بصارتوں اور عقل و فکر کو اگر استعمال کرو تو حقیقت سے آشنا ہو جاؤ گے اور جیسے میں نے سیارے کو رب کہہ کر بعد میں اس کی حقیقت جاننے پر اظہار ناپسندیدگی کیا ہے تم بھی ایسا ہی کرو گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے سیارے، چاند اور سورج کے حوالے سے یہ گفتگو اپنی قوم کے لوگوں سے کی تھی۔ بات کو سمجھانے کا یہ ایک انداز تھا، ایک دلیل حجت (argument) تھی۔

عقل وفکر پر طاری جمود وسکتہ کو توڑ کر جگانے کیلئے انہیں سیارے، چاند اور سورج کی طرف متوجہ کیا تا کہ سوچیں کہ جب ان مورتیوں کے سننے اور نفع ونقصان کی صلاحیتوں سے عاری ہونے کے باوجود ان کی پرستش کئے چلے جا رہے ہیں تو پھر ہر شئے کے بارے میں یہ رویہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر سیارہ ڈوبنے پر یہ کہہ کر کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا واضح فرمایا کہ جس کسی شئے کے اپنے وجود کی ضمانت نہیں، جسے استقلال نہیں اسے رب کیونکر مانا جا سکتا ہے۔ اس انداز اور دلیل سے انہیں یہ بھی سمجھایا کہ آباؤ اجداد کی اندھی تقلید میں ایک بات سے چمٹے رہنے کے بعد جب عقل وفکر اور دلیل اسے غلط ثابت کر دے تو اس عادت کو چھوڑنے، اس سے پلٹنے اور رد کرنے میں جھجک نہیں ہونی چاہئے۔ (کاش کہ اپنے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کے اس انداز اور دلیل سے ہم بھی کوئی سبق سیکھ سکیں کہ اس وقت ہم بھی بدترین جمود اور سکتے کا شکار ہیں کہ عقل وفہم کی رو سے صریح لایعنی باتوں کو بھی سینے سے لگائے بیٹھے ہیں)۔ اور ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کیلئے غروب آفتاب کے بعد انہیں واضح کیا کہ میں یکسوئی سے خالق کو مانتا ہوں اور انہیں خبردار کیا کہ وہ مشرک ہیں

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا ۖ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٧٩﴾

''میں نے اپنا چہرہ، رخ کیا ہوا ہے اس کی جانب جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، حَنِيفًا ، اور میں مشرکوں میں سے نہیں'' (الانعام۔۷۹)

ابراہیم علیہ السلام کی قوم بھی بیتے زمانے کے لوگوں کی طرح بت پرستی، شرک سے باز آنے کیلئے تیار نہ تھی۔اس لئے ان سے الجھتی رہی۔ اللہ رب العزت نے سورۃ الانعام کی آیت ۸۳ میں واضح فرما دیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے ذہنی وفکری جمود کو توڑنے اور انہیں سمجھانے اور راہ راست پر لانے کیلئے جو انداز اختیار فرمایا اور جن دلائل کا سہارا لیا وہ حکمت اور علم اللہ رب العزت نے انہیں عطا فرمایا تھا۔ جہاں تک ابراہیم علیہ السلام کا اپنا تعلق ہے تو وہ حَنِيفًا ہیں جو ایسا شخص نہیں ہوتا جو گمراہی سے استقامت کی طرف مائل یا غلط راستے سے ہٹ (مڑ) کر سیدھی راہ پر آتا ہے بلکہ وہ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ یعنی ''اللہ الہٰ ہے''، ''حاکمیت صرف اللہ کیلئے ہے'' پر ابتدا ہی سے قائم ہوتا ہے۔ حَنِيفًا اسم فاعل ہے۔اور وہ فاعل ہے ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ کا۔اور زمان میں انسانوں کے جو امام ہوں اس علم پر مطمئن نہیں ہوتے جو اشیاء کے مابین تعلق اور ان کی صفات وفطرت تک محدود ہو۔وہ حقیقتِ شئے کے علم کے طلبگار ہوتے ہیں۔حقیقت کو اپنی بصارتوں میں سمٹی ہوئی دیکھنا چاہتے ہیں۔ان کی بصارتوں میں تو یہ حقیقت تھی

وَكَذَٰلِكَ نُرِىٓ إِبْرَٰهِيمَ مَلَكُوتَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ ٱلْمُوقِنِينَ ﴿٧٥﴾

''اور اس مقصد کیلئے ہم نے ابراہیم (علیہ لسلام) کو آسمانوں اور زمین کے نظم ونسق کا مشاہدہ کرایا
تا کہ وہ (اس کے متعلق) یقینی علم والوں میں سے ہوں''

اور ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات انہیں بتائی تھی

قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُمْ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٥٤﴾

کہا ''تم لوگ خود بھی اور تمہارے باپ دادا بھی کھلی گمراہی میں پڑے رہے ہو''۔

قَالُوٓا۟ أَجِئْتَنَا بِٱلْحَقِّ أَمْ أَنتَ مِنَ ٱللَّٰعِبِينَ ﴿٥٥﴾

''انہوں نے کہا'' کیا تو ہمارے پاس سچائی لایا ہے یا تو کھیل کرنے والوں میں سے ایک ہے؟''

ان کی باتیں کھیل نہیں مشاہدے پر مبنی تھیں۔''انہوں نے کہا'' حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے، اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں'' (حوالہ الانبیاء ۵۴-۵۶) مشاہدے اور حقیقتِ شئے کا علم رکھنے والا ہی اپنے آپ کو گواہ کہہ سکتا ہے۔اللہ اکبر! اللہ اکبر! یہ اللہ تعالیٰ کے خلیل، دوست ہی کے شایان شان ہے۔اس کے باوجود کسی کو ابراہیم علیہ السلام کی قوم سے کی گئی بحث اور استدلال اور سمجھانے کے انداز کے متعلق کوئی لغو گمان اور خیال نہ آئے ارشاد فرمایا:

وَحَآجَّهُۥ قَوْمُهُۥ ۚ قَالَ أَتُحَـٰٓجُّوٓنِّى فِى ٱللَّهِ وَقَدْ هَدَىٰنِ ۚ وَلَآ أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ
بِهِۦٓ إِلَّآ أَن يَشَآءَ رَبِّى شَيْـًٔا ۗ وَسِعَ رَبِّى كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ۗ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٨٠﴾ وَكَيْفَ
أَخَافُ مَآ أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ عَلَيْكُمْ
سُلْطَـٰنًا ۚ فَأَىُّ ٱلْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِٱلْأَمْنِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨١﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ
يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَـٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَـٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٨٢﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ
ءَاتَيْنَـٰهَآ إِبْرَٰهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِۦ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَـٰتٍ مَّن نَّشَآءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿٨٣﴾

''اوران کی قوم نے ان سے بحث (argue) کی ۔انہوں نے کہا'' کیاتم اللہ کے بارے میں مجھ سے الجھتے ہوحالانکہ اس نے مجھے راہ دکھادی ہے ۔اور میں ان سے نہیں ڈرتا جنہیں تم اس کا شریک بناتے ہوسوائے اس کے کہ میرا رب کچھ چاہے ۔میرے رب کا علم ہر شئے پر حاوی ہے ۔تو کیاتم نصیحت نہ لو گے؟اور میں ان سے کیسے ڈروں جنہیں تم اس کا شریک کرتے ہو جب تم نہیں ڈرتے کہ تم نے ان چیزوں کو اللہ کا شریک بنالیا ہے جن کی کوئی سند اس نے تم پرنہیں اتاری؟ پھر دوگروہوں میں سے کون امن (خوف سے نجات) کا زیادہ حقدار ہے اگر تمہیں علم ہے؟ جولوگ ایمان لاتے ہیں اوراپنے ایمان میں ظلم (شرک) کی آمیزش نہیں کرتے انہی کیلئے امن ہے اور وہی راہ راست پر ہیں'' اور یہ تھی ہماری دلیل جو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کوقوم کے ساتھ مقابلے میں (مذاکرات ،argue کرنے کیلئے) دی۔ہم جس کے چاہتے ہیں رتبے بلند کردیتے ہیں۔تیرا رب حکمت والا ،علم والا ہے'' (الانعام۸۰۔۸۳)۔
بلندرتبوں کے مالک ابراہیم علیہ السلام کو ہمارا سلام ہوصبح وشام۔

ابراہیم علیہ السلام کونظام کائنات کا مشاہدہ کرایا گیا تھا اور مشاہدے اور حقیقتِ شئے کا علم رکھنے والا ہی اپنے آپ کو گواہ کہہ سکتا ہے۔ابراہیم علیہ السلام نے ایک رات قوم کے بعض افراد سے کہا تھا

أَئِفْكًا ءَالِهَةً دُونَ ٱللَّهِ تُرِيدُونَ ﴿٨٦﴾

''کیاتم اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ موٹ کے الٰہ چاہتے ہو؟

فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿٨٧﴾

مگر جہانوں کے رب کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟''

ابراہیم علیہ السلام قوم کو بار بار اس نکتے کی جانب متوجہ فرماتے ہیں کہ الٰہ کیلئے ضروری ہے کہ رب ہوجس کی ربوبیت کے مظاہر دکھائی

دیتے ہیں۔رات کے سکوت وسناٹے میں آسمان کی طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھا

فَنَظَرَ نَظۡرَةً فِى ٱلنُّجُومِ ﴿٨٨﴾

''پھراس نے ستاروں میں اپنی نگاہ دوڑائی

فَقَالَ إِنِّى سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾

اوران سے کہا کہ میں (تمہاری روش سے) ناخوش اور بیزار ہوں'' (الصافات ۸۶۔۸۹)۔ اورانہیں یہ بھی کہا تھا

وَتَٱللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصۡنَـٰمَكُم بَعۡدَ أَن تُوَلُّواْ مُدۡبِرِينَ ﴿٥٧﴾

''اور اللہ کی قسم! میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک تدبیر کروں گا جب تم یہاں سے پیٹھ پھیر کر جا چکے ہوگے'' (الانبیاء۔۵۷)۔اور

فَتَوَلَّوۡاْ عَنۡهُ مُدۡبِرِينَ ﴿٩٠﴾

''پھرلوگ پیٹھ پھیر کران کے پاس سے چلے گئے''

فَرَاغَ إِلَىٰٓ ءَالِهَتِهِمۡ فَقَالَ أَلَا تَأۡكُلُونَ ﴿٩١﴾

پھر وہ ان کے بتوں کے پاس (مندر میں) جا پہنچے۔پھران کے پاس کہا'' کیاتم کچھ کھاؤ گے نہیں؟

مَا لَكُمۡ لَا تَنطِقُونَ ﴿٩٢﴾

تمہیں کیا ہوا ہے کہ بولتے نہیں ہو؟'' (الصافات۔۹۰۔۹۲)

فَرَاغَ عَلَيۡهِمۡ ضَرۡبَۢا بِٱلۡيَمِينِ ﴿٩٣﴾

'' پھر وہ انہیں داہنے ہاتھ سے ضربیں لگانے لگے'' (الصافات۔۹۳)۔ اوران ضربوں کا نتیجہ یہ نکلا

فَجَعَلَهُمۡ جُذَٰذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمۡ لَعَلَّهُمۡ إِلَيۡهِ يَرۡجِعُونَ ﴿٥٨﴾

''اس طرح انہوں نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سوائے اس کے جوان لوگوں کیلئے بڑا (الہٰ) تھا،

امکان تھا کہ وہ (اس کی وجہ جاننے کیلئے ان سے) رجوع کریں''۔(الانبیاء۔۵۸)

ابراہیم علیہ السلام نے رات کے وقت اپنے پاس موجود لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ ان کے بتوں کے معاملے میں ایک تدبیر کریں گے تا کہ دوسری صبح لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ بتوں کے ساتھ کی جانے والی حرکت کس کی تھی۔اور اللہ رب العزت نے ان کے اس فعل، تدبیر کا مقصد سورۃ الانبیاء کی آیت ۵۸ میں واضح کر دیا ہے۔انہوں نے ایسا اس لئے کیا تا کہ مندر کے کرتا دھرتا لوگ ان سے ان کے اس فعل کے متعلق پوچھیں اور ابراہیم علیہ السلام عام لوگوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے ان کے خداؤں کی اصل حقیقت کو ایک نئے انداز میں دکھائیں۔

مندر میں آنے والے پجاریوں اور بعض لوگوں نے بتوں کی یہ حالت دیکھنے پر دہائی دی

قَالُواْ مَن فَعَلَ هَٰذَا بِـَٔالِهَتِنَآ إِنَّهُۥ لَمِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٥٩﴾

''انہوں نے کہا کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ کس نے یہ کام کیا ہے؟

بیشک (ہمارے خداؤں کا یہ حشر کرنے والا) وہ ظالموں میں سے ہے''

ابراہیم علیہ السلام نے رات کے وقت جن لوگوں سے باتیں کی تھیں انہوں نے دہائی دینے والے پجاریوں کو بتایا:

قَالُواْ سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُۥٓ إِبْرَٰهِيمُ ﴿٦٠﴾

''انہوں نے بتایا'' ہم نے ایک نوجوان کو ان بتوں کا ذکر کرتے سنا۔اسے ابراہیم کہتے ہیں''

قَالُواْ فَأْتُواْ بِهِۦ عَلَىٰٓ أَعْيُنِ ٱلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ﴿٦١﴾

''انہوں نے کہا'' جاؤ اسے بلا کر یہاں لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لاؤ تا کہ یہ لوگ گواہ بنیں'' (الانبیاء۔۵۹۔۶۱)

فَأَقْبَلُوٓاْ إِلَيْهِ يَزِفُّونَ ﴿٩٤﴾

''تو وہ پلٹ کر ان کے پاس بھاگتے ہوئے آئے''

ابراہیم علیہ السلام نے جس مقصد کیلئے چھوٹے بتوں کو توڑا تھا وہ پورا ہو گیا'' امکان تھا کہ وہ (اس کی وجہ جاننے کیلئے ان سے) رجوع کریں'' (حوالہ الانبیاء۔۵۸)۔ابراہیم علیہ السلام نے ان بلانے کیلئے آنے والوں سے بات چیت کرتے ہوئے

قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ﴿٩٥﴾

کہا'' کیا تم لوگ انہیں پوجتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو؟

وَٱللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾

مگر (حقیقت تو یہ ہے کہ) اللہ ہی نے تمہیں بھی بنایا ہے اور انہیں بھی (یعنی پتھروں کو) جنہیں تم تراشتے ہو'' (الصافات۔۹۴۔۹۶)

ابراہیم علیہ السلام کو بلانے کیلئے مندر کے پجاریوں کے کہنے پر وہ لوگ آئے ہیں جن کے ساتھ انہوں نے رات کو باتیں کی تھیں اور اب مندر جاتے ہوئے اس جماعت کو ان کے خداؤں کی اصلیت ذہن نشین کرادی کہ تراشے ہوئے وہ پتھر ہیں جنہیں اللہ نے تخلیق کیا ہے۔اور سب مندر پہنچ گئے۔

قَالُوٓا۟ ءَأَنتَ فَعَلْتَ هَـٰذَا بِـَٔالِهَتِنَا يَـٰٓإِبْرَٰهِيمُ ﴿٦٢﴾

''انہوں (پجاریوں) نے پوچھا'' کیا تو ہے جس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ (ٹوٹے بتوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) یہ فعل کیا ہے اے ابراہیم؟''

ابراہیم علیہ السلام کو بلوانے والوں اور مندر میں موجود دوسرے لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ فعل ان ہی کا تھا اور بلانے کا مقصد اس بات کے ذمہ دار شخص کو لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لانا تھا تاکہ ان کے اقرار پر وہ گواہ بن جائیں اور پجاریوں کے استفہامیہ انداز بیان '' کیا تو ہے؟'' اور کلام کے آخر میں نام لینے سے بھی واضح ہے کہ انہیں معلوم تو ہے لیکن ان سے اس کی ذمہ داری لینے کا اقرار چاہتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سوال کے انداز اور مقصدیت ہی کے حوالے سے انتہائی معنی خیز یہ جواب دیا

قَالَ بَلْ فَعَلَهُۥ كَبِيرُهُمْ هَـٰذَا فَسْـَٔلُوهُمْ إِن كَانُوا۟ يَنطِقُونَ ﴿٦٣﴾

''انہوں نے کہا'' حقیقت میں ان کے اس بڑے نے کیا ہے۔ اس لئے ان چھوٹے بتوں سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں''

ابراہیم علیہ السلام نے وہاں موجود لوگوں کی عقل وفکر کو ایک نیا جھٹکا دیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کیلئے واضح کیا ہے کہ اس سے قطع نظر کہ چھوٹے بتوں کے ٹکڑے کس نے کئے ہیں حقیقت میں تو اس فعل کی ذمہ داری تمہارے اس نام نہاد بڑے الہٰ کی ہے جو ان کے پاس موجود ہونے کے باوجود تم لوگوں کے چھوٹے خداؤں کا یہ حشر ہوتے ہوئے بھی نہ انہیں بچا سکا اور نہ کچھ مدد کرسکا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان کے نام نہاد خداؤں کی بے بسی اور لاچارگی کو لوگوں کیلئے عیاں کر دیا تھا۔ اور لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا کہ بولنے کی صلاحیت رکھنے والے پرستش ان کی کر رہے ہیں جو بولتے نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کی بات نے انہیں جھنجوڑ ڈالا اور یوں قوم کے بعض لوگوں کی عقل وفکر پر طاری جمود کو توڑنے میں کامیاب ہوگئے۔

فَرَجَعُوٓا۟ إِلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوٓا۟ إِنَّكُمْ أَنتُمُ ٱلظَّـٰلِمُونَ ﴿٦٤﴾

''پھر ابراہیم (علیہ السلام) کو بلا کر لانے والے اور دہائی دینے والے ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں متوجہ ہوئے۔ پھر انہوں نے کہا'' بیشک تم خود ہی ظالم ہو'' (الانبیاء۔۶۲۔۶۴)

ابراہیم علیہ السلام کو بلوانے والوں پجاریوں نے انہیں ظالم کہا تھا۔ اور اب ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر لانے والے ان کے اس استدلال سے متاثر ہو کر پجاریوں سے بحث میں الجھے اور قرار دیا کہ حقیقت میں تو تم خود ظالم ہو کہ ان لاچار اور بے بس بتوں کو لوگوں کا الہٰ قرار دیتے ہو۔

ابراہیم علیہ السلام بتوں کے معاملے میں کی گئی تدبیر کے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ فہم وعقل کے کچھ دریچے کھلے تھے۔ ایک گروہ نے سچائی تسلیم کر کے بتوں کو توڑنے والے کو ظالم کہنے والوں کو ظالم قرار دے دیا تھا۔ اس پر وہاں سناٹا چھا گیا ہوگا۔

لوگ مبہوت ہوگئے ہوں گے اور اہل ثروت مقتدر طبقے کے زر خرید باز و بننے والے پجاریوں اور مندر کے کرتا دھرتا لوگوں کو بھی اس واقعہ نے کچھ دیر کیلئے ڈگمگا دیا اور پھر سنبھلے۔ بتایا گیا ہے کہ

ثُمَّ نُكِسُواْ عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَٰٓؤُلَآءِ يَنطِقُونَ ﴿٦٥﴾

''بعدازاں پھرانہوں نے اپنے عقل وفہم کو اوندھا کردیا (خجالت سے ابراہیم علیہ السلام سے کہا)

''تُو نے یقیناً جان لیا تھا کہ یہ بولتے نہیں'' (الانبیاء۔۶۵)

پجاریوں کی بات لَقَدْ عَلِمْتَ سے غیر مبہم انداز میں واضح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے چھوٹے بتوں کو توڑنے سے انکار نہیں کیا تھا۔ حرف قَدْ ماضی کو ماضی قریب بنا دیتا ہے اور حرف ''ل'' بڑھانے سے تاکید بڑھ جاتی ہے عَلِمْتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے'' you came to know تو نے یقیناً جان لیا تھا، تو جان چکا''۔ پجاریوں کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے چھوٹے بت توڑے تھے ''تو نے رات ہی کو جان لیا تھا کہ یہ بولتے نہیں'' کہ توڑے جانے پر نہ انہوں نے آواز نکالی، نہ آہ وزاری کی۔

ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے توڑے ہوئے چھوٹے بتوں سے پجاریوں کو پوچھنے (فَسْئَلُوهُمْ) کیلئے کہا تھا بڑے بت سے نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے ان کے معبودوں کی اس کمزوری کے اقرار پر ان کی توجہ ان کی دوسری کمزوریوں کی طرف دلائی۔

قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾

انہوں نے کہا'' کیا پھر تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں کچھ نفع نہیں دیتے اور نہ تمہیں نقصان دیتے ہیں؟

أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۖ

افسوس ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو!

أَفَلَا تَعْقِلُونَ

کیا تم عقل وفکر سے کام نہیں لیتے؟ (اتنا واضح فرق محسوس نہیں کرتے کہ عقل فرق متعین کرتی ہے)'' (الانبیاء۶۶۔۶۷)

اور ابراہیم (علیہ السلام) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا'' اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں معلوم ہو۔

إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوْثَـٰنًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ

تم اللہ کے علاوہ صرف بتوں کی پوجا کرتے ہو اور جھوٹ گھڑتے ہو۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا

اللہ کے سوا جن کی غلامی کرتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے

فَٱبۡتَغُواْ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزۡقَ وَٱعۡبُدُوهُ وَٱشۡكُرُواْ لَهُۥٓۖ

اس لئے اللہ کے ہاں رزق ڈھونڈ و اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر بجالاؤ۔

إِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ

اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

وَإِن تُكَذِّبُواْ فَقَدۡ كَذَّبَ أُمَمٞ مِّن قَبۡلِكُمۡۖ وَمَا عَلَى ٱلرَّسُولِ إِلَّا ٱلۡبَلَٰغُ ٱلۡمُبِينُ ١٨

اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے والی قومیں بھی جھٹلا چکی ہیں اور رسول کے ذمے تو صرف پیغام کو صاف صاف پہنچا دینا ہی ہوتا ہے''۔

(حوالہ العنکبوت ۱۶۔۱۸)

اہل ثروت مقتدر طبقے اور مندر کے کرتا دھرتا اور زر خرید پجاریوں کے نقطۂ نظر سے حالات خطرناک نہج پر آ گئے تھے۔ اہل ثروت کا فریب جب اس انداز میں عیاں ہو جائے کہ ان کے نظام کیلئے خطرے کا باعث بنے تو ان کی قوت وطاقت اپنے بدترین روپ میں ابھر کر سامنے آتی ہے۔ مندر کے کرتا دھرتا چلائے

قَالُواْ حَرِّقُوهُ وَٱنصُرُوٓاْ ءَالِهَتَكُمۡ إِن كُنتُمۡ فَٰعِلِينَ ٦٨

''انہوں نے کہا'' اسے جلا ڈالو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے'' (الانبیاء۔۶۸)

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُواْ ٱقۡتُلُوهُ أَوۡ حَرِّقُوهُ

''پھر ان کی قوم کے پاس جواب کوئی نہ تھا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا'' اسے قتل کر دو یا اسے جلا دو'' (حوالہ العنکبوت۔۲۴)

اور اس پر فریب ارادے کی تکمیل کا اظہار یوں کیا

قَالُواْ ٱبۡنُواْ لَهُۥ بُنۡيَٰنٗا فَأَلۡقُوهُ فِي ٱلۡجَحِيمِ ٩٧

''انہوں نے کہا'' اس کیلئے ایک عمارت بناؤ پھر اسے اس آگ میں دھکیل (پھینک، ڈال) دو'' (الصافات۔۹۷)

اور اس وقت کے اہل ثروت مقتدر طبقے نے ایسے ہی کر ڈالا لیکن

قُلۡنَا يَٰنَارُ كُونِي بَرۡدٗا وَسَلَٰمًا عَلَىٰٓ إِبۡرَٰهِيمَ ٦٩

ہم نے کہا'' اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم (علیہ السلام) پر سلامتی بن جا'' (الانبیاء۔۶۹)

فَأَنجَىٰهُ ٱللَّهُ مِنَ ٱلنَّارِۚ

''اس طرح اللہ نے انہیں آگ سے بچا لیا'' (حوالہ العنکبوت۔۲۴)

اور یہ ان کی قوم کیلئے سبکی اور پستی کا باعث بنی

وَأَرَادُواْ بِهِۦ كَيْدًا فَجَعَلْنَٰهُمُ ٱلْأَخْسَرِينَ ﴿٧٠﴾

''اور انہوں نے ان کے ساتھ داؤ کرنا چاہا تھا مگر ہم نے انہی کو نقصان میں دال دیا'' (الانبیاء۔۷۰)

فَأَرَادُواْ بِهِۦ كَيْدًا فَجَعَلْنَٰهُمُ ٱلْأَسْفَلِينَ ﴿٩٨﴾

''پھر جب انہوں نے اس کے ساتھ داؤ کرنا چاہا تو ہم نے انہیں بہت ہی نیچا کر دیا'' (الصافات۔۹۸)

اہل ثروت طبقے کی اس پر فریب حرکت کے بعد ابراہیم علیہ السلام اور ایمان لانے والوں اور انکار کرنے والے گروہ کے درمیان خلیج اس قدر وسیع ہوگئی تھی جسے پاٹنا شاید ممکن نہیں رہا تھا۔لیکن سورۃ مریم (صدیقہ) کی آیات ۴۴۔۴۸ سے واضح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے الگ ہونے سے قبل والد کو ایک بار پھر راہ راست پر لانے کی کوشش کی تھی۔

يَٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ ٱلشَّيْطَٰنَ ۖ إِنَّ ٱلشَّيْطَٰنَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾

''ابا! شیطان کی غلامی، اطاعت (بندگی) نہ کریں۔ بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔

يَٰٓأَبَتِ إِنِّىٓ أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ ٱلرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَٰنِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾

ابا! میں فکر مند ہوں کہ رحمٰن کی جانب سے کہیں تجھے عذاب نہ پہنچ جائے اور تو شیطان کا ساتھی بن کر رہ جائے'' (مریم۔۴۴۔۴۵)

لیکن باپ کا استدلال تھا کہ کیا میں تیری بات پھر بھی مان لوں

قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ ءَالِهَتِى يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ ۖ

اس نے کہا'' خواہ تو میرے خداؤں سے بے رغبتی کر رہا ہے؟ اے ابراہیم!''

اور باپ نے سخت الفاظ میں ڈانٹ دیا

لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ ۖ وَٱهْجُرْنِى مَلِيًّا

''اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دونگا۔ اس لئے طویل عرصے کیلئے تو مجھ سے الگ ہو جا''

قَالَ سَلَٰمٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّىٓ ۖ

''ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا'' تجھ پر سلامتی رہے۔ اپنے رب سے میں تیرے لئے بخشش مانگوں گا

إِنَّهُۥ كَانَ بِى حَفِيًّا

بیشک وہ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے'' (مریم۔۴۶۔۴۷)

دعا مانگ کر یہ وعدہ نبھا دیا تھا

وَٱغۡفِرۡ لِأَبِيٓ إِنَّهُۥ كَانَ مِنَ ٱلضَّآلِّينَ ﴿٨٦﴾

''اور (یارب) میرے باپ کو بخش دے، بیشک وہ غافلوں میں سے ہے'' (الشعراء۔۸۶)

اللہ تعالیٰ کے رسول اپنے قول میں ہمیشہ سچے ہوتے ہیں۔ سچائی کا تعلق زبان کے قول سے ہے اور صداقت کا ثبوت عمل رو عدہ وفا کرنا ہے

ابراہیم علیہ السلام نے باپ اور قوم کو بتا دیا کہ وہ ان سے الگ ہو رہے ہیں اور لاتعلقی کا اعلان فرمایا

وَأَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ

''اور میں تم لوگوں سے اور ان سے جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو الگ ہوتا ہوں'' (حوالہ مریم۔۴۸)

وَإِذۡ قَالَ إِبۡرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوۡمِهِۦٓ إِنَّنِي بَرَآءٞ مِّمَّا تَعۡبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا ٱلَّذِي فَطَرَنِي

''اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور قوم سے کہا'' میں ان تمام سے لاتعلق اور بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو

سوائے اس (اللہ) کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے'' (حوالہ الزخرف ۲۶۔۲۷)

ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں نے بھی اپنی قوم کے لوگوں سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ فِيٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ

''تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان لوگوں کی اس بات میں عمدہ نمونہ تھا جو ان کے ساتھ تھے إِذۡ قَالُواْ لِقَوۡمِهِمۡ جب

انہوں نے اپنی قوم سے کہا إِنَّا بُرَءَٰٓؤُاْ مِنكُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ

''ہم تم سے اور ان سے جن کی تم اللہ کو سوا عبادت کرتے ہو الگ اور بری ہیں۔

كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ ٱلۡعَدَٰوَةُ وَٱلۡبَغۡضَآءُ أَبَدًا ہم تمہیں نہیں مانتے اور ہمارے اور

تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کی ابتدا ہو چکی ہے اس وقت تک کیلئے حَتَّىٰ تُؤۡمِنُواْ بِٱللَّهِ وَحۡدَهُۥٓ جب تک تم اللہ

واحد پر ایمان نہیں لاتے'' (حوالہ سورۃ الممتحنۃ۔۴)۔ ابراہیم علیہ السلام سے مسلمان نام پانے والے ان لوگوں کو ہمارا اسلام ہو۔ ابراہیم

علیہ السلام کی قوم کے عام لوگ بھی اس طرح مسلمان اور مجرمین کے دو گروہوں میں بٹ گئے تھے۔

اور ابراہیم علیہ السلام نے والد اور قوم کو بتا دیا کہ وہ ہجرت کر رہے ہیں۔

وَقَالَ إِنِّى ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّى سَيَهْدِينِ ﴿٩٩﴾

''اورانہوں نے کہا ''میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں، وہی مجھے آئندہ بھی راہ دکھائے گا'' (الصافات۔۹۹)

فَإِنَّهُۥ سَيَهْدِينِ ''اس لئے وہی میری رہنمائی کرے گا'' (حوالہ الزخرف۔۲۷)۔ یہ ہجرت تھی۔

فَـَٔامَنَ لَهُۥ لُوطٌ ۘ وَقَالَ إِنِّى مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّىٓ ''ہاں! لوط (علیہ السلام) ان پر ایمان لائے۔اورانہوں نے کہا ''میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں'' (حوالہ العنکبوت۔۲۶)۔ہجرت اللہ رب العزت کے حکم کی اطاعت میں کی گئی تھی

وَنَجَّيْنَـٰهُ وَلُوطًا إِلَى ٱلْأَرْضِ ٱلَّتِى بَـٰرَكْنَا فِيهَا لِلْعَـٰلَمِينَ ﴿٧١﴾ (الانبیاء۔۷۱)

''اورہم انہیں اورلوط علیہ (علیہ السلام) کواس زمین کی طرف بچا کر لے گئے جس میں ہم نے جہاں والوں کیلئے برکتیں رکھی تھیں''

اللہ تعالیٰ کی بندگی کے علاوہ بتوں، اصنام کی پرستش اور پوجا کیلئے ان کے گرد معتکف ہونا شرک کا عریاں انداز ہے۔ زمانہ قدیم کے لوگوں سے لے کر ابراہیم علیہ السلام کی قوم تک کے لوگ اس شرک کی دلدل میں اترتے رہے اوراُن کے بعد کے زمانہ کے لوگوں سے لیکر مریخ کو مسخر کرنے کے باوجود انسان اپنے تراشے ہوئے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہورہا ہے۔ عجیب تضاد ہے، بلندیوں کو چھونے کی تمنا اور پھر پیشانی کو پستیوں میں رگڑنے کی خواہش! ایسا کیوں ہے؟ نوح علیہ السلام کی قوم کے اہل ثروت اور مقتدر طبقے نے بنی نوع انسان کے ساتھ سب سے بڑا دھوکا اس وقت کیا جب انہوں نے مفادات اور استحصال کے دائرے کی سلامتی کے تقاضوں کے تحت معاشرے کے عام لوگوں کوایک مقام اور نقطے پر معتکف رکھنے کیلئے اللہ رب العزت کے علاوہ مختلف دوسرے الہٰ کا خیال اور تصور اختراع کیا اور تراشے ہوئے پیکروں کے نام تجویز کر کے لوگوں کے سامنے رکھ کر انہیں ان کا معتکف کر دیا۔

معاشرے کے مغلوب اور کمزور لوگ جن کی اکثریت عقل وفکر کی صلاحیتوں کو بروئے کارنہیں لاتی، دھوکے کا شکار ہوکر بظاہر معتکف تو ہوئے ان بتوں کے لیکن درحقیقت مفاد پرست چالباز طبقے نے انہیں اپنے بنائے ہوئے دائرے میں قید کر کے اپنے ترتیب دیئے ہوئے نظام کو مستحکم و پائیدار بنانے کی سعی کی۔ شرک محض مفاد پرستی کا شاخسانہ ہے۔ یہ الزام نہیں حقیقت ہے۔ مشرکین کا یہ کہنا ایک بہانہ اور عذر لنگ ہے کہ آباؤ اجداد کی تقلید میں مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اصل وجہ ان کی اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور مفاد پرستی کا وہ دائرہ ہے جس میں اہل ثروت مقتدر طبقے عام لوگوں کو قید رکھنا چاہتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس حقیقت کو یوں طشت ازبام فرمایا

وَقَالَ إِنَّمَا ٱتَّخَذْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ أَوْثَـٰنًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ

''اورانہوں نے ان سے کہا ''تم لوگوں نے اللہ کے سوا بتوں کو صرف دنیاوی زندگی میں باہمی دوستی کیلئے خدا بنا رکھا ہے'' (العنکبوت ۲۵)

ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں نے بھی اپنی قوم کے لوگوں سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِىٓ إِبْرَٰهِيمَ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥ

''تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) اوران لوگوں کی اس بات میں عمدہ نمونہ تھا جوان کے ساتھ تھے'' لیکن یہ بھی بتایا:

إِلَّا قَوْلَ إِبْرَٰهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ أَمْلِكُ لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن شَىْءٍ

''سوائے ابراہیم (علیہ السلام) کی اس بات کے جوانہوں نے اپنے والد سے کہی کہ ''میں آپ کیلئے بخشش مانگوں گا

گو میں اللہ کے سامنے آپ کیلئے کوئی اختیار نہیں رکھتا'' (الممتحنة ۴)۔

ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ حسنہ سے اس بات کو استثناء دینے کی وجہ سورۃ التوبہ میں بیان ہوئی

مَا كَانَ لِلنَّبِىِّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن يَسْتَغْفِرُوا۟ لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوٓا۟ أُو۟لِى

قُرْبَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَٰبُ ٱلْجَحِيمِ ﴿۱۱۳﴾

''نبی اور ایمان والوں کیلئے روا نہیں کہ مشرکوں کیلئے بخشش کی دعا مانگیں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں

اس کے بعد کہ جب ان کے متعلق یہ واضح ہو جائے کہ وہ اصحاب دوزخ ہیں'' اور وضاحت فرمائی

وَمَا كَانَ ٱسْتِغْفَارُ إِبْرَٰهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَآ إِيَّاهُ

اور ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کیلئے بخشش کی دعا مانگنا صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا''

ابراہیم علیہ السلام کے والد ایمان نہیں لائے تھے

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُۥٓ أَنَّهُۥ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ

''اور پھر جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گئے۔

إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ لَأَوَّٰهٌ حَلِيمٌ

یقیناً ابراہیم (علیہ السلام) نہایت نرم دل اور بردبار تھے''۔

ابراہیم علیہ السلام کے ساتھی ایمان والوں کے اپنی قوم کے کافر گروہ سے کہے ہوئے قول سے واضح ہے کہ انہوں نے وہاں سے ہجرت نہیں کی تھی۔ قرآنِ مجید نے بھی ابراہیم اور لوط علیہم السلام کے ساتھ ایمان لانے والے لوگوں کی ہجرت کی اطلاع نہیں دی۔ اور قرآنِ مجید نے ابراہیم علیہ السلام کے والد اور ان کی قوم پر عذاب نازل ہونے کی اطلاع بھی نہیں دی۔ ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں سے ایمان لانے والوں نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا فرمائی تھی وہ تقریباً وہی ہے جو بعد میں بنی اسرائیل نے مصر میں قوم فرعون کی غلامی کے دنوں میں کی تھی۔ انہوں نے عرض کیا تھا:

رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ ۝

’’ہمارے رب! ہم نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہماری واپسی ہوگی۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَٱغْفِرْ لَنَا رَبَّنَآ

ہمارے رب! ہمیں کافروں کی آزمائش نہ بنا، اور ہمارے رب! ہمیں بخش دے‘‘ (حوالہ سورۃ الممتحنۃ۔۴، آیت ۵)

بنی اسرائیل کی دعا یہ تھی

فَقَالُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴿٨٥﴾

’’پھر انہوں نے کہا‘‘ ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ظالم قوم کی آزمائش نہ بنا‘‘ (سورۃ یونس۔۸۵)

اور یاد رہے کہ ابراہیم علیہ السلام انسانوں کے امام بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا دوست (خلیل) چن لیا تھا۔ اگر ابراہیم علیہ السلام کے اقوال میں سے کسی قول کی پیروی کرنے سے استثناء دیا جا سکتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے قول، خیال، قیاس کو حرف آخر تسلیم کرنے کیلئے کیا کوئی جواز اور دلیل ہو سکتی ہے؟ یہ سوال غور و فکر کے لائق ہے۔